

# اک خطرناک گھائی

## مسئلہ تکفیر

فضیلۃ العلامہ الشیخ محمد بن صالح العثمین رحمہ اللہ علیہ

کاوش  
ڈاکٹر عبداللہ سلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثناء کے بعد!

کسی پر کفر کا یا فسق کا حکم لگانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، کیونکہ کسی کو کافریا فسق قرار دینا احکام شرعیہ میں سے ہے، جس کا مرجع قرآن و سنت ہے، لہذا اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر کسی کو کافریا فسق نہیں کہا جاسکتا۔

جو مسلمان ظاہری طور پر عادل ہو، اس کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسے اس وقت تک عادل اور مسلمان ہی سمجھا جائے گا، جب تک کسی شرعی دلیل سے اس کے اسلام اور عدالت کی نفی ثابت نہ ہو جائے۔ جب نفی ثابت ہو جائے گی تو پھر اسے کافر اور فسق قرار دینے میں چشم پوشی نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے دو ممنوع کام لازم آتے ہیں۔

ایسے شخص پر کفر یا فسق کا حکم لگانے سے، جس کے بارے میں یہ حکم کتاب و سنت سے ثابت نہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹ لازم آئے گا، اور اس شخص پر بھی جھوٹ لازم آئے گا جس پر یہ حکم لگایا گیا ہے، وہ اس حکم کا مستحق نہیں، تو لگانے والا خود اس میں واقع ہو جائے گا۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اذا كفر الرجل اخاه فقد باء بها احدهما"

جب ایک آدمی دوسرے کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری 6104 و مسلم 111

مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں:

ان كان كما قال والامر جئت عليه"

جس پر حکم لگایا گیا ہے، اگر وہ اس کا مستحق ہے، تو ٹھیک ہے ورنہ حکم لگانے والا خود کافر ہو جائے گا۔  
صحیح مسلم میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:  
ومن دعا رجلا بالكفر او قال عدو الله وليس كذلك الا حار عليه"  
جس نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر بلایا، مگر وہ ایسا نہیں ہے تو یہ حکم لگانے والے پر لوٹ  
جائے گا۔

(صحیح مسلم 112)

کسی مسلمان پر کفر یا فسق کا حکم لگانے سے پہلے دو چیزوں میں غور و فکر کر لینا ضروری ہے -  
☆ 1- کتاب و سنت سے ثابت ہو کہ قول یا فعل کفر یا فسق کا موجب ہے -  
☆ 2- خاص قائل یا فاعل پر یہ حکم لگ سکتا ہو، اس کے حکم میں کفر و فسق کی شرائط ہوں اور موانع  
موجود نہ ہو -

سب سے اہم شرط یہ ہے کہ وہ شخص جانتا ہو کہ اس کی مخالفت کرنے سے وہ کافر یا فاسق ہو جائے

گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"حق واضح ہو جانے کے بعد وہ شخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کی مخالف راہ اپنائے گا،  
تو ہم اسے اسی راہ پر چلا کر جہنم میں داخل کر دیتے ہیں، جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔"

(النساء 115)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں کرتا جب تک ان چیزوں کو  
واضح نہ کرے، جن سے بچنا ان کے لیے ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، آسمان و زمین کی  
بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس کے علاوہ تمہارا کوئی دوست و مددگار نہیں۔"

(التوبہ 115، 116)

اس لیے علماء کہتے ہیں:

لا یکفر جاحداً الفرائض اذا کان حدیث عہد باسلام حتی یمین له

(فرائض کا منکر نو مسلم شخص اس وقت تک کافر نہیں، تا آنکہ اسے بتایا جائے کہ یہ کام فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔)

جب کوئی آدمی بلا ارادہ کفر یا فسق کے کام میں واقع ہو جائے تو اسے کافر یا فاسق نہیں کہا جائے گا، اس کی چند صورتیں ہیں:

☆ 1- یہ کہ اسے کفر و فسق پر مجبور کیا جائے، وہ اسے مجبوری کی حالت میں کرے، اطمینان قلب حاصل نہ ہو، تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا، علاوہ اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہے، اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن جس شخص نے کفر کو شرح صدر سے قبول کر لیا، اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

(النحل: 106)

☆ 2- یہ کہ زیادہ خوشی، غم یا خوف کی وجہ سے عقل و فکر جواب دے جائے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب آدمی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی اونٹنی پر سفر کرتے ہوئے صحرا میں پہنچا، تو وہاں اس کی اونٹنی کھانے پینے کے سامان سمیت بھاگ گئی، وہ ناامید ہو کر درخت کے سائے میں لیٹ گیا، کہ اچانک وہ اونٹنی اس کے پاس کھڑی تھی، اس نے اس کی مہار کو پکڑا اور

فرط خوشی سے کہنے لگا، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، شدت فرحت کی وجہ سے اس سے غلطی ہو گئی۔

صحیح مسلم: 2747

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

"درست یہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے جس نے حق تک پہنچنے کے لیے اجتہاد کیا اور اس نے خطا کھائی تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کی خطا معاف ہے، مگر جس شخص نے حق واضح ہونے کے بعد جان بوجھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، اور مومنوں کی مخالف راہ اپنائی، وہ کافر ہے اور جو شخص خواہشات کی اتباع میں حق تک نہ پہنچ سکا اور غیر علم کی بات کر دی، وہ نافرمان اور گناہگار ہے۔ کبھی تو ایسا شخص فاسق ہوتا ہے اور کبھی اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب آ جاتی ہیں۔"

مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: 180/12

نیز ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ:

"میرے ہم نشین اس بات کو جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس سے سختی کے ساتھ روکتا رہا ہوں کہ کسی خاص آدمی کو کفر و فسق یا گناہ کی طرف منسوب کیا جائے، البتہ جس شخص کے خلاف شرعی دلیل معلوم ہو جائے، جس کا مخالف کبھی تو کافر ہوتا ہے، کبھی فاسق و گناہگار ہوتا ہے، میں اقراری ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی سب خطاؤں کو معاف کر دیا ہے، خواہ وہ قولی مسائل میں ہوں یا عملی مسائل میں، سلف کے درمیان ان مسائل میں اختلاف رہا ہے۔ مگر ان میں کسی نے بھی دوسرے کو اس اختلاف کی وجہ سے کافر، فاسق یا گناہگار نہیں کہا تھا۔ (چند مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا) میں نے واضح کیا ہے کہ سلف صالحین اور آئمہ سے جو یہ منقول ہے، کہ فلاں فلاں کام کرنے والا کافر ہے، تو یہ بات حق ہے، مگر مطلق اور معین میں فرق کرنا واجب ہے۔ (یعنی وہ یہ کہتے تھے کہ جو یہ کام کرے وہ کافر ہے یا فاسق یا عاصی ہے، کسی خاص شخص کے بارے میں یہ بات نہیں کہتے تھے)۔"

تکفیر ایک وعید ہے، اگرچہ کہنے والے کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تکذیب ہوتی

ہو، کیونکہ ایسا کہنے والا نو مسلم بھی ہو سکتا ہے اور کبھی دیہاتی بھی ہو سکتا ہے، ایسے شخص کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جاسکتا، جب تک اس کے خلاف حجت قائم نہ ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس شخص نے (تکفیر یا تفسیق کے بارے) یہ نصوص سنی نہیں ہوتیں، یا اس کے ہاں یہ نصوص پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتیں یا اس کے ہاں اس کے معارض یا مخالف کوئی دلیل موجود ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ ان کی تاویل ضروری سمجھتا ہے، اگرچہ وہ خطا کار ہی کیوں نہ ہو، میں ہمیشہ صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث کو ذکر کرتا ہوں، جس میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ:

جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر پیس دو اور راکھ سمندر میں اڑا دو، قسم ہے! اگر اللہ نے مجھ پر قابو پالیا، تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ دنیا والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دے گا۔ ورنہ اللہ نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا تیرے ڈر کی بنا پر ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔"

صحیح بخاری: 7506، صحیح مسلم: 2756

اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا، بلکہ اس کا عقیدہ تھا کہ میں ربزہ ربزہ ہو جاؤں گا تو اللہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا، اس بات کے کفر ہونے میں مسلمانوں کا اتفاق ہے، لیکن وہ جاہل تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے کفر لازم آتا ہے مگر چونکہ وہ مومن تھا، اللہ کے عذاب سے ڈرتا تھا، چنانچہ اللہ نے اسے معاف کر دیا، وہ مؤول مجتہد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا شوق رکھتا ہے، اس سے بھی زیادہ مغفرت کا مستحق ہے۔"

مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ 229/3

اس تحقیق کے بعد قول اور قائل، فعل اور فاعل کے درمیان تمیز کی جائے گی، ہر قول و فعل کفر و فسق کا سبب نہیں بنتا کہ اس کے قائل یا فاعل پر کفر و فسق کا حکم لگادیا جائے۔  
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں:

"قاعدہ یہ ہے کہ جو بات کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں کفر ثابت ہو جائے، اسے کفر ہی کہا جائے گا، جیسا کہ اس پر شرعی دلائل موجود ہیں، ایمان ان احکام میں سے ہے جو اللہ اور رسول سے سیکھے گئے ہیں، لوگ اپنی خواہشات کے ساتھ اس کے بارے میں حکم صادر نہیں کر سکتے، یہ بھی ضروری نہیں کہ ایسی بات کہنے پر کسی شخص کو کافر کہ دیا جائے، یہاں تک کہ اس کے حق میں تکفیر کی شرائط ثابت ہو جائیں اور تکفیر کے موانع ختم ہو جائیں، مثلاً! کسی شخص نے نو مسلم ہونے کی وجہ سے یا بدوی ہونے کی وجہ سے شراب یا سود کو حلال کہ دیا، تو وہ کافر نہیں۔ یا اس نے کوئی عجیب بات سنی اور یہ سمجھا کہ یہ قرآن و حدیث میں سے نہیں ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کچھ چیزوں کا انکار کیا، یہاں تک کہ تائب ہو گیا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے:

"تا کہ رسول بھیجنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی دلیل نہ بچے۔"

(النساء 165)

نیز اللہ نے اس امت سے خطا و نسیان کو معاف کر دیا ہے۔"

مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: 165/35

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات کوئی قول یا فعل موجب کفر و فسق ہوتا ہے مگر اسے ادا کرنے والا کافر یا فاسق نہیں ہوتا، یا تو اس لیے کہ اس میں تکفیر و تفسیق کی شرط معلوم نہیں یا پھر اس لیے کہ کوئی شرعی مانع موجود ہے۔ جس پر حق واضح ہو گیا، مگر وہ اپنے عقیدے کی بنا پر یا کسی امام و پیشوا

کی اتباع و پیروی یا دنیا پرستی کی وجہ سے اس کی مخالفت پر ڈٹ گیا تو اس مخالفت کی وجہ سے وہ کفر و فسق کا مستحق ہو گیا۔

ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ عقیدہ و عمل کو کتاب و سنت کے مطابق بنائے، انہیں اپنا پیشوا سمجھے اور انہی سے نور ہدایت حاصل کرے، کتاب و سنت کا راستہ اختیار کرے، کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے، جسے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یہی میرا سیدھا راستہ ہے، تم اس کی پیروی کرو، دیگر راہوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گی، یہ تمہیں اللہ کا حکم ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

(الانعام: 153)

مومن کو ان لوگوں سے بچنا چاہیے جو اپنے عقیدہ و عمل کی بنیاد کسی خاص مذہب پر رکھتے ہیں، پھر جب دیکھتے ہیں کہ کتاب و سنت کی نصوص ان کے مذہب کے خلاف ہیں تو ان نصوص کو باطل تاویلات سے اپنے مذہب کی طرف پھیر دیتے ہیں، وہ کتاب و سنت کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ ان کو اپنا پیروکار بنا لیتے ہیں۔ یہ خواہش پرستوں کا طریقہ ہے نہ کہ ہدایت پرستوں کا اور اللہ تعالیٰ نے اس طریقے کی مذمت بیان کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور ان کا درمیانی نظام بگڑ جاتا، بلکہ ہم تو ان کے پاس ذکر لائے ہیں اور وہ اس ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔"

(المؤمنون: 17)



اس بارے میں لوگوں کے مختلف مسئلوں میں غور و فکر کرنے والا آدمی بڑے بڑے عجائبات دیکھتا ہے، اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہدایت مانگنے، حق پر ثابت رہنے اور گمراہی سے پناہ مانگنے میں وہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی محتاج ہے، جو شخص خود کو رب کا محتاج سمجھ کر اور اللہ کو غنی سمجھ کر صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سوال کو ضرور پورا کر دیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو بتادیں کہ میں قریب ہوں، ہر ایک کی پکار کو قبول کرتا ہوں، انہیں چاہیے کہ میرے احکامات قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

(البقرہ: 186)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کی پیروی کرنے اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ہدایت یافتہ اور نیک لوگوں میں شامل فرمائے، ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کجروی سے بچائے، ہم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، تعریف اللہ کی جس کے فضل سے ہی نیک کام مکمل ہوتے ہیں اور درود و سلام ہوں نبی رحمت پر جنہوں نے امت کو اللہ کی راہ دکھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، اصحاب اور ان کے پیروکاروں پر رحمتیں ہوں۔

اقتباس: ماہنامہ صراطِ مستقیم جولائی 2009ء برطانیہ